''آرائش محفل'' کے حاتم اور اقبال کے ''انسان کامل'' کے اشتراکات

ثمینہ سیف/ڈاکٹر نسیمہ رحمٰن

نگار خانۂ دُنیا میں انسان ہمیشہ اپنی ذات کے اندرون و بیرون نہاں خانوں کی تلاش میں سرگرداں ہے، یہی جستجو بالعموم فنون لطیفہ اور بالخصوص ادب میں گرہ کشائی کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان ازل سے ہی ادب کا موضوع فکر اور محور رہا ہے۔ دُنیا بھر میں تخلیق پانے والے ادب پر اچٹتی سی نگاہ دوڑائیں تو یہ بات مشاہدہ میں آتی ہے کہ سب سے غالب اور ہمہ گیر رجحان انسان اور انسانیت کا ہی ہے۔ انسان محض گوشت پوست کا پیکر نہیں ہے بلکہ یہ اشرف المخلوقات، نائب خدا اور ہستی کائنات کا اعلیٰ ترین مظہر ہے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی فکر اور شاعری کا مرکزی موضوع انسان ہی ہے، وہ انسان کے اندر پنپنے والی آرزوں، امیدوں اور اس کے بہتر مستقبل کے نغمہ گر ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سید عبداللہ کا کہنا بجا ہے کہ ''کلام اقبال کا کل موضوع انسان ہی ہے۔ اقبال خدا کی بات بھی انسان ہی کے حوالے سے کرتے ہیں اور کائنات کی تفسیر تو ہے ہی انسانی مقاصد کے تابع۔ اس لحاظ سے فکر اقبال کو انسان شناسی کا ایک بڑا منبع کہا جا سکتا ہے کیونکہ ان کی خدا شناسی بھی انسان شناسی ہی سے متعلق ہے۔''[1] اقبال کے ہاں انسانی مقصد حیات اور فلسفہ حیات کے متنوع پہلو موجود ہیں۔ اقبال نے ''انسان کامل'' کے لیے اپنی نظم و نثر میں مختلف اصطلاحیں استعمال کی ہیں مثلاً ''مرد مومن''، ''مرد تمام''، ''فقیر''، ''قلندر''، ''درویش''، ''مرد آزاد'' اور ''خلیفۃ اللہ فی الارض'' وغیرہ سب معنوی اعتبار سے ایک ہی مفہوم کی حامل ہیں اور ان سب سے مراد انسان کامل ہی ہے۔

علامہ اقبال کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اگر انسان اپنے مقام و مرتبے کی شناخت کر کے اس کی اہمیت سے آگاہ ہو جائے تو وہ ایک بے نظیر وجود کی صورت اختیار کرتے ہوئے کائناتی قوتوں کو زیر کر لیتا ہے اور تبھی وہ صحیح معنوں میں مقام نیابت کا ادراک کر کے اپنی حیثیت منوا سکتا ہے۔ قرآن میں انسان کی عظمت اور رفعت کا ایسا شاندار تصور موجود ہے جس کی مثال ادیان سابقہ پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ قرآن میں نہ صرف انسان کو نیابت الٰہی کا درجہ بخشا بلکہ اس کو خدا کا دوست مانا ہے۔ انسان جب ذاتی اغراض، محدود مفادات اور ادنیٰ

خواہشات سے بالاتر ہو کر اپنی خودی کا شعور اور احترام انسانی کے جذبے سے لبریز ہوتا ہے تبھی وہ بلند نصب العین حاصل کر پاتا ہے۔قرآن میں تصورِ انسان سے متاثر ہو کر اقبال انسانی حیات کے نظریہ ارتقا کے قائل ہیں اور وہ ہبوطِ آدم کے تصور کو عروجِ آدم کا نظریہ تسلیم کرتے ہیں، مزید برآں انسانی ارتقا کے حوالے سے وہ ڈارون کے نظریہ سے اختلاف اور رومی کے نظریات سے متفق نظر آتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر سلیم اختر ''اقبال کا انسانِ کامل پرجوش، جستجو، عزتِ نفس کے فاتحانہ اثبات اور انسان کی الوہیت کا ثبوت ہے۔''[۲]

اگرچہ ہر دور میں مفکروں اور ادیبوں نے اپنے فلسفے اور ادب کے ذریعے بہترین انسان کا تصور دیا ہے لیکن اُردو داستانی ادب میں کامل انسان کی شبیہہ حاتم کے کردار سے بہتر کسی اور کردار میں دکھائی نہیں دیتی۔ حیدر بخش حیدریؔ نے ۱۸۰۱ء میں آرائش محفل کے عنوان سے ایک طویل داستان فارسی قصے ہفت سیر حاتم سے ترجمہ کی۔حاتم کا کردار بظاہر تو فارسی ادب کے توسط سے آیا مگر رمزیت کے حوالے سے یہ ہماری تہذیب کی باطنی سطح سے ہم آہنگ ہے۔ آرائش محفل کا موضوع انسانیت سے محبت، ایثار اور قربانی ہے۔حاتم طائی جو ملک یمن کے بادشاہ طے کا بیٹا ہے اور سخاوت میں بے مثال ہے۔اس کی پیدائش پر نجومی پیش گوئی کرتے ہیں کہ ''یہ صاحبزادہ ہفت اقلیم کا بادشاہ ہوگا اور تمام عمر برائے خدا کام کیا کرے گا اور اس کا نام مہر سپہر کی طرح قیامت تک دُنیا میں جلوہ گر رہے گا...... یہ حاتم زمانہ ہوگا جب تک جیتا رہے گا تنہا نہ کھائے گا نہ پیے گا۔''[۳] غرضیکہ خدمت خلق کا جذبہ حاتم طائی کے کردار کی امتیازی خصوصیت ہے۔حاتم کا کردار داستانی ادب میں مثالی ہے، اس میں انسانی خصوصیات اپنے کمال پر ہیں۔ بلند اخلاقی اس کی ذات کا جز و لاینفک ہے، جانور ہو یا انسان حاتم کی رحم دلی، ہمدردی اور الفت سب کے لیے برابر ہے۔وہ منیر شامی کو مشکل سے نکالنے کی خاطر خود سختیاں جھیلتا ہے۔شہزادہ منیر شامی ملک خراسان کے سوداگر کی بیٹی حسن بانو کے فراق میں صحرا بصحرا مارا مارا پھر رہا ہے کیونکہ حسن بانو شادی کے لیے ایسے سات سوالات (شرطیں) رکھتی ہے جو سات ہفت خوان سر کرنے کے برابر ہے۔منیر شامی کے بجائے حاتم طائی یہ سوالات حل کرتے ہوئے متنوع مہمات کو سر کرتا ہے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ ایک بار دیکھا ہے دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے۔

۲۔ نیکی کر دریا میں ڈال۔

۳۔ کسی سے بدی نہ کر اگر بدی کرے گا تو بد پاوے گا۔

۴۔ سچ کہنے میں ہمیشہ راحت ہے۔

۵۔ کوہ ندا کی خبر لانا۔

۶۔ اُس موتی کا جوڑا تلاش کرنا جو مرغابی کے انڈے کے برابر ہے۔

۷۔ حمام بادگرد کی خبر لانا شامل ہیں۔

پہلی مہم میں حاتم جانوروں (گیدڑ اور بھیڑیئے) کی مدد کرتا ہے اور اس کٹھن سفر کو اللہ کے بھروسے پر سر کرتا ہے۔ دوسری مہم میں حاتم ایثار اور خدمت گزاری کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔ تیسری مہم میں وہ کسی لالچ اور انعام سے بے غرض ہو کر رعایا کی خدمت کرنے میں سرگرداں نظر آتا ہے۔ چوتھی مہم میں خواجہ خضرؑ کی مدد سے وہ جادو اور طلسم کا قلع قمع کرتا ہے جب کہ آخری تین مہمات میں اس کا کردار روحانیت کے اعلیٰ درجات سے روشناس ہوتا ہے۔

نفس اور باطن کی اصلاح کے لیے تصوف میں سلوک کے سات مراحل کو سات وادیاں یا مدارج کہتے ہیں جو فریدالدین عطار کی مشہور مثنوی منطق الطیر میں درج ہیں۔ ڈاکٹر سہیل احمد خاں نے یہ سات مدارج علامتی سطح پر حاتم کے سفر میں تلاش کیے ہیں اور یہ مدارج بالترتیب یوں ہیں:

(۱) وادی طلب: حاتم کی مہم کے پہلے سوال ''ایک بار دیکھا ہے دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے'' کی بابت تمام ضمنی کہانیاں وادی طلب کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ نفس کو مارنا، موذی جانوروں سے بچنا، جنس کی خواہش پر قابو پانا، اژدھے کے پیٹ سے حاتم کا بچ نکلنا اور ریچھوں کی سلطنت کا ذکر آنا، یہ ظاہر کرتا ہے کہ حاتم نے وجود کی منفی سطحوں کو مثبت کی طرف موڑا ہے۔ یہ تربیت نفس کا ابتدائی مرحلہ ہے، اس مہم میں حاتم بھیڑیئے کے چنگل سے ہرنی کی جان بچا کر اپنا گوشت اسے کھانے کو دیتا ہے، گیدڑ حاتم کے زخم کو ٹھیک کرنے کے لیے تگ و دو کرتا ہے اور بدلے میں حاتم کفتاروں کے دانت اور ناخن توڑتا ہے جو گیدڑ کے بچوں کو کھاتے ہیں۔ اس کے بعد حاتم ریچھوں کی سلطنت میں جا نکلتا ہے اور ریچھوں کے بادشاہ خرس کی بیٹی سے شادی کرتا ہے، وہ اسے مہرہ دیتی ہے جو اسے اژدھے کے پیٹ میں محفوظ رکھتا ہے۔ پھر وہ دشت ہویدا کی تلاش میں نکلتا ہے تو راستے میں اسے ایک عورت پکڑ کر تالاب میں لے جاتی ہے جہاں بہت سی خوب صورت نازنینیں اسے اپنی طرف مائل کرتی ہیں مگر وہ ضبط نفس کا دامن تھامے رکھتا ہے اور یہی کامل انسان بننے کے لیے پہلی سیڑھی اور سلوک کی پہلی منزل ہے۔ بالآخر حاتم اس مہم میں کامیاب ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سہیل احمد کے مطابق:

> حاتم تربیتِ نفس کے ابتدائی مراحل سے گزر رہا ہے اور پہلا مرحلہ نفس کے رذائل کی پہچان کا ہے۔ اس سفر میں جانوروں کا بار بار سامنے آنا نفس کے حیوانی درجے کی نشاندہی کرتا ہے۔ جانوروں کے درمیان سفر نفس کے رذائل کے درمیان سفر ہے اور جانوروں کا مددگار بن جانا وجود کے حیوانی عناصر سے مثبت رشتہ قائم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔۔۔ غار حیات نو (New Birth) کا مقام بھی ہے۔ تالاب قلب ماہیت کا ذریعہ بھی ہے اور حیات نو کی علامت بھی۔ نازنین اور پریاں خواہشات اور ظاہری نیرنگیوں کی ترجمان ہیں جو سالک کے ضبط

کے لیے امتحان بن جاتی ہیں۔ یہاں حاتم ضبطِ نفس سے آگاہ ہوتا ہے۔[۴۲]

(۲) وادیِ عشق: حاتم کے دوسرے سوال ''نیکی کر دریا میں ڈال'' میں حیوانوں کی بجائے اب دیوؤں (طاقتور عناصر) سے واسطہ ہے۔ حاتم کا حلوقہ بلا کو مارنے کا عمل بڑا معنی خیز ہے، جس میں بلا آئینہ دیکھ کر فنا ہو جاتی ہے اور ایسے ہی عشق خود پرستی کا خاتمہ کرتا ہے۔ رمزیت کے نقطہ نظر سے حلوقہ کو آئینہ دکھا کر ہلاک کرنے کا قصہ بھی بنیادی طور پر ایک فلسفیانہ حکایت ہے جس کے اخلاقی مفاہیم ہیں۔ حلوقہ بلا خود کو آئینے میں جب دیکھتی ہے تو غصے سے پھول جاتی ہے اور یوں اس کا پیٹ پھٹ جاتا ہے اور جنگل اس کی پیٹ کی آلائشوں سے بھر جاتا ہے۔ حلوقہ کی موت کا یہ طریقہ کار خود پسندی اور انا کے خاتمے سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

(۳) وادیِ معرفت: حاتم کی تیسری مہم ''کسی سے بدی نہ کر اگر بدی کرے گا تو بدلہ پائے گا'' میں حاتم سات سروں والے جانور کو ہلاک کر کے ملک الموت سے ملتا ہے جو آگاہی اور معرفت کی نشانی ہے۔ یہاں حاتم فنا کی مختلف صورتوں سے آگاہ ہوتا ہے۔

(۴) وادیِ استغنا: ''سچ کہنے میں ہمیشہ راحت ہے'' اس سوال کی تلاش میں درخت کے نیچے تالاب بہہ رہا ہے جبکہ اِس کی ٹہنیوں پر آدمیوں کے الٹے سر لٹک رہے ہیں۔ یہ امر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ انسان کے اعمال اور افعال بھی درخت کے پھل کی مانند ہیں۔ مزید برآں اس سفر میں خواجہ خضرؑ کی غیبی مدد یہ ظاہر کرتی ہے کہ اب حاتم بلند درجے پر فائز ہو چکا ہے، خواجہ خضرؑ کی تائید غیبی وجدان اور تدبر کا پتہ دیتی ہے۔

(۵) وادیِ توحید: حاتم کا ''کوہ ندا'' کا سفر بظاہر سادہ مگر پیچیدہ ہے۔ اس مہم میں ایک آدمی مر کر زمین میں سما جاتا ہے اور زمین کا رنگ سبز ہو جاتا ہے، ایسے ہی صوفیا کے ہاں موت کی کئی قسمیں ہیں مثلاً سفید موت (بھوک، پیاس اور نیند پر غلبہ پانا)، سرخ موت (خواہشوں پر قابو پانا)، سبز موت (روحانی ترقی کی علامت) اور سیاہ موت (دارین سے منہ موڑنا)۔ اس سفر کے دوران حاتم وادیِ توحید تک پہنچنے کے لیے ''کوہ ندا'' سے ہو کر گزرتا ہے۔ اِس مہم میں ڈاکٹر سہیل احمد خاں نے لہو کو غفلت کی اور دریا کو وحدت، عالم حادث، معرفت، مراقبے اور مشاہدے کی علامت کہا ہے جو زندگی اور موت سے مزین ہے۔ حاتم لہو کے دریا سے ایک کشتی کے سہارے گزرتا ہے جس میں ملاح نہیں ہے، اس میں روٹیاں اور کباب ہیں۔ آگے ایک ایسا دریا آتا ہے جس میں ہاتھ ڈالنے سے ہاتھ سونے کا بن جاتا ہے پھر سونے کی رنگت والا دریا آتا ہے جس میں سونے کے پہاڑ، میدان اور شجر ہیں۔ اِس حوالے سے ڈاکٹر سہیل احمد خاں یہ بلیغ تجزیہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> سونے اور چاندی کے دریا اعلیٰ روحانی یا نفسیاتی سطحوں تک اٹھ جانے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ محمد اعلیٰ التھانوی نے ''اصطلاحات علوم اسلامیہ'' میں سونے کی علامت کو ریاضت اور مجاہدہ سے وابستہ کیا ہے اور چاندی کو تصفیۂ ظاہر و باطن سے۔ کیمیا گری کی علامات کے حوالے سے سونے اور چاندی کے رموز وجود کے کم

قیمت عناصر کے بیش قیمت ہو جانے کی نشان دہی کرتے ہیں۔ دریا کی علامت ہی سے مربوط کشتی اور مچھلی کی علامات بھی ہیں۔ کشتی سالک کی حفاظت کرتی اور دریا سے پار لے جاتی ہے، مگر بڑی سطح پر اس میں کسی بڑے طوفان میں اگلے دور کے ''تخم'' محفوظ کیے جاتے ہیں۔ مچھلی کو محمد اعلیٰ التھانوی نے ''عارف کامل'' کی علامت قرار دیا ہے۔ مچھلی عارف بھی ہے جو دریائے وحدت میں تیرتا ہے۔[۵]

(۶) وادی حیرت: حاتم کا چھٹا سفر مرغابی کے انڈے کے برابر موتی لانا ہے۔ ''منطق الطیر'' میں چھٹی وادی، حیرت کی وادی ہے، جس میں موتی معرفت کا راز اور انڈا وحدت کی نشان دہی کرتا ہے۔

(۷) وادی فقر و فنا و بقا: یہ سلوک کی آخری منزل ہے جبکہ حاتم کا ساتواں سفر ''حمام بادگرد'' کا راز جاننا بھی بہت معنی خیز مرحلہ ہے۔ یہ حمام ایک طلسم ہے، جس میں نہانے سے تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ حمام بادگرد فنا سے قبل تطہیر کی علامت ہے۔ حمام کے اندر پہنچ کر حاتم تین مرتبہ اپنے سر پر پانی ڈالتا ہے۔ تیسری مرتبہ پانی ڈالنے سے ہر سو اندھیرا چھا جاتا ہے، تاریکی ختم ہونے پر حاتم اپنے آپ کو ایک ایسے گنبد میں پاتا ہے جہاں ہر طرف پانی ہے۔ گنبد سے نکل کر حاتم ایک جنگل اور پھر ایک عمارت کی بارہ دری تک پہنچتا ہے۔ یہاں ایک طوطی پنجرے میں قید ہوتی ہے اور ایوان پر یہ عبارت رقم ہے کہ اگر کوئی اس طلسم سے نکلنا چاہتا ہے تو تیر طوطی کے سر پر مارے۔ طوطی کے مرنے سے طلسم کا خاتمہ ہوگا اور ایک قیمتی ہیرا ملے گا، طوطی کو تیر نہ لگنے کی صورت میں تیر مارنے والا پتھر کا بن جائے گا۔ حاتم ایک تیر چلاتا ہے جو خطا ہو جاتا ہے، وہ گھٹنوں تک پتھر کا بن جاتا ہے اور وہ سو قدم پیچھے جا گرتا ہے۔ دوسرا تیر بھی خطا ہوتا ہے اور وہ دو سو قدم پیچھے گر کر ناف تک پتھر کا بن جاتا ہے۔ حاتم بارگاہ الٰہی میں روتا اور گڑگڑاتا ہے، اللہ پر توکل کر کے تیسرا تیر آنکھیں بند کر کے چلاتا ہے جو نشانے پر لگتا ہے۔ طوطی پنجرے سے گر جاتی ہے، طلسم کا اثر زائل ہوتا ہے اور پتھر کے بنے تمام آدمی اپنی اصلی حالت میں آجاتے ہیں۔ ڈاکٹر سہیل احمد خاں نے حاتم کی ان مہمات کو فنا اور بقا کے مراحل کے مماثل قرار دیا ہے، اس ضمن میں ان کی یہ رائے ملاحظہ کیجیے:

> طوطی کو تیر مارنا خلق سے تعلق منقطع کرنے کا اشارہ بھی ہے، طوطی کے مرتے ہی طلسم ٹوٹ جاتا ہے اور طلسم کائنات کا رمز ہے گویا فانی کائنات کی اصلیت کا علم ہو گیا۔ طوطی کو حاتم تین بار تیر مارتا ہے، صوفیا کے نزدیک فنا کی تین قسمیں ہیں: (۱) فنائے افعالی (اپنے اور خلق کے افعال کو افعال حق میں فنا کرنا)۔ (۲) فنائے صفاتی (اپنے اور خلق کی صفات کو صفات حق میں فنا کرنا)۔ (۳) فنائے ذاتی (اپنے اور خلق کی ذات کو ذات حق میں فنا کر دینا)۔ صوفیا کے نزدیک ہر درجے کی فنا میں اس کی بقا بھی مندرج ہے۔ یعنی فنا میں ہی بقا ہے۔ تیسری مرتبہ نشانہ لگانے سے پہلے حاتم خود کو خدا کی رضا پر چھوڑ دیتا ہے، صوفیا نے ''مقام فنا'' کو ''مقام رضا'' بھی کہا ہے کیونکہ آخری فتح اسی حوالے سے ہوتی ہے۔ اس مہم کو نفسیاتی سطح پر سمجھا جائے تو یہ فردیت کے حصول کی کہانی بن جاتی ہے۔[۶]

حاتم کا کردار مشرقی روایت میں سخاوت اور رحم دلی کا استعارہ ہے۔ سات مہمات کے دوران وہ گھبرا کر اور ڈر کر موت کے سائے سے پریشان خاطر ہو کر روتا بھی ہے مگر اس کردار کی بڑائی یہ ہے کہ اللہ کے توکل کے سہارے وہ تمام کمزوریوں اور پریشانیوں پر قابو پا لیتا ہے، یہی بات اسے یکتائے عصر بناتی ہے۔ حاتم کا کردار ہر آن نیکی کا درس اور بھلائی کی ترغیب دیتا ہے۔ حاتم کے کردار کے حوالے سے سید وقار عظیم کی رائے ہماری توجہ اپنی طرف مبذول کرواتی ہے، ان کا کہنا ہے:

حاتم عقل و دانش، علم و حکمت، ایثار و خدمت گزاری، نیک نفسی اور حسن خلق، جرأت و مردانگی کا مثالی نمونہ ہے لیکن اس کی مثالیت اس کو فرشتہ ہرگز نہیں بناتی، وہ ہر طرح کے خطروں میں بے اندیشہ قدم رکھتا ہے کہ اپنی قوتوں سے زیادہ اسے خدا کی تائید پر اعتماد اور یقین ہے...... یہاں ہر چیز خیر کے سہارے پر چلتی اور عمل کی طرف چلتی ہے۔ خیر مطلق اور عمل پیہم اس عجیب و غریب داستان کے دو بڑے محرکات ہیں۔[۷]

سید وقار عظیم نے حاتم طائی کو عقل و دانش، اخلاق و علم، ہمت و جرات اور ایثار و قربانی کا غیر فانی پیکر اور مثالی نمونہ بتایا ہے تو سلیم سہیل کو یہ کردار عملیت کے اعلیٰ درجے پر فائز نظر آیا۔ ان کا ماننا ہے:

شاید ہی عملیت پسندوں کے حافظے میں ایسا ہو جو عمل میں حاتم کا مقابلہ کر سکے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ مصائب جن سے حاتم نبرد آزما ہے اس کے ذاتی نہیں بلکہ کائناتی ہیں اس خوبی سے حاتم کے کردار میں اشرف المخلوقات کی تمام خوبیاں سمٹ کر اکٹھی ہو گئی ہیں۔[۸]

حیدر بخش حیدری نے حاتم کو اخلاق و کردار کی بلندی پر بٹھایا ہے اور یہ بلندی نیک نفسی اور خدا پر بھروسے کے بل بوتے پر ملی ہے۔ حاتم طائی کے کردار کا اگر بغور تجزیہ کریں تو اس کردار کی نفسی ساخت میں روحانیت اور خدمت خلق کو بآسانی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ بطور مادی انسان وہ اخلاق کی اعلیٰ بلندیوں پر براجمان ہے۔ آرائش محفل کے ہر سوال کو حل کرنے کے لیے حاتم مختلف مہمات سر کرتا ہے۔ یہ سات سوالات اپنی ذات میں صبر و آزمائش کا طویل اور کٹھن راستہ چھپائے ہوئے ہیں جن پر حاتم دس سال سات ماہ اور نو روز تک برابر صبر سے چلتا ہے۔ اس میں ہرگز دورائے نہیں ہے کہ ''حاتم ایک رحم دل، جفاکش، ایثار دوست، منکسر اور پارسا جوان ہے۔ آرائش محفل ایک اخلاقی قصہ ہے اس کا ہیرو اخلاق حمیدہ کا مجسمہ ہے۔ ''دوسروں کے مصائب اپنے سر لے کر انہیں آرام پہنچانا'' یہ انسان دوستی کا بلند ترین آدرش ہے۔''[۹]

سید وقار عظیم اور بالخصوص ڈاکٹر سہیل احمد خاں نے آرائش محفل کی جس طرح سے فلسفیانہ اور متصوفانہ حوالوں سے تعبیر کی ہے اس سے اقبال کے مرد کامل اور آرائش محفل کے حاتم میں حیرت انگیز انسلاک و اشتراک دکھائی دیتا ہے۔ حاتم جیسے انسان کامل کی جھلکیاں اقبال کے ہاں بھی موجود ہیں۔ اقبال کے ہاں فلسفے کی پرواز اتنی متنوع، جامع اور بلند ہے کہ اس میں انفرادی و اجتماعی انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر

فلسفیانہ اور عالمانہ بحثیں موجود ہیں۔ بحیثیت ایک مفکر، فلسفی اور عالم، اقبال کے خیالات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اقبال کا انسان کامل حاتم طائی کے کردار سے مشابہت رکھتا ہے، ان دونوں کے تصورات میں زندگی کی مثبت اقدار اور حیات بخش رویے بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اقبال کے نزدیک صرف تعلیمات اسلام کے بل بوتے انسان کاملیت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہو کر مادی اور روحانی بلندیوں کو چھو سکتا ہے۔ اقبال کے انسان کامل کی جھلکیاں ان کی شعری اور نثری تصانیف میں جا بجا ملتی ہیں مثلاً اسرار خودی [۱۰] میں انہوں نے انسان کو کاملیت کے درجے سے ہم کنار کروانے کے لیے خودی کی تربیت کے ضمن میں اطاعت، ضبطِ نفس اور نیابت الٰہی کے علاوہ فقر و غیور جیسے خصائل کا ذکر کیا ہے نیز وہ لالچ و حرص، خوف و غم اور احتیاج سے احتراز برتنے کا کہتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی حاتم اپنی خودی کو مستحکم کرتے ہوئے اپنے مقصدِ حیات میں سلوک کی مختلف منازل طے کرتا ہوا اور نفس امارہ پر حاوی ہوتے ہوئے کامیاب اور سرخرو ہو کر رحمت الٰہی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ ہمت اور اختیار کا درس حیدریؔ اور فکرِ اقبال دونوں میں بدرجہ اتم موجود ہے، دونوں کے ہاں اندازِ عمل کی تجدید زندگی کی نئی تفسیر کا باعث ہے۔ غرضیکہ دونوں کا یہ راسخ عقیدہ ہے کہ اپنے نفس پر فرمانروائی کرنے سے دوسروں کی فرمان پذیرائی سے نجات ملتی ہے اور یوں حیات و کائنات کی بصارت اور بصیرت میسر آتی ہے۔

نظم ''طلوعِ اسلام'' میں اقبال فرماتے ہیں:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا [۱۱]

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دُنیا کی امامت کا [۱۲]

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا [۱۳]

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں [۱۴]

تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا راز داں ہو جا خدا کا ترجماں ہو جا [۱۵]

صداقت، شجاعت، ذوقِ یقین، ایمان محکم، محبت اور فقر جیسی خصوصیات حاتم کے کردار میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے حاتم طائی کو نعمت کونین سے سرفراز کیا ہوا ہے مگر اِس کے باوجود اِس کا دل اور ذہن فقیری کی طرف مائل ہے۔ یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے:

اقبال کے انسان کامل کی نمو فقر ہی میں ممکن ہے۔ فقر کی ایک بڑی خصوصیت یقین ہے۔ یہ اپنے وجدان پر ایک طرح کا اندرونی پختہ عقیدہ ہے۔ جب تک یقین نہ ہو وجدان احتساب کائنات کے لیے عامل اور موثر نہیں ہو سکتا...... فقر قلب و نگاہ کی ایک ایسی پاکیزگی چاہتا ہے جو عقل و خرد کی اس پاکی سے مختلف شے ہے جس کا حصول علم کے ذریعے ہوتا ہے فقر میں آگاہی کی مستی ہے۔ [16]

حاتم طائی اپنی تیسری مہم ''نیکی کر دریا میں ڈال'' میں ملک الموت سے ملتا ہے اور فنا کے مختلف بہروپ دیکھتے ہوئے اس بات سے قبل از وقت آشنا ہوتا ہے کہ ابھی اس کی آدھی عمر باقی ہے، یہ چیز اُس کے وجدان کے بلند رتبے اور تزکیہ نفس کی طرف اشارہ ہے۔ یہ وجدان اسے قلب و نظر کی پاکیزگی، فقر کی موجودگی، پارسائی، نیک نیتی اور خدا پر کامل یقین کے بدولت نصیب ہوا ہے۔

ارتقائے زیست کی تمام تر جستجوئیں اور کاوشیں سعی پیہم سے مشروط ہیں اور بقائے زندگی کے لیے مزاحم قوتوں پر غالب آنا بھی لازم و ملزوم ہے۔ زندگی میں خیر و شر کی پیکار ازل سے موجزن پذیر ہے، اسی لیے حاتم اور علامہ اقبال کا مردِ کامل دونوں جلال و جمال کے قائل ہیں۔ حاتم طائی اتنا رحم دل اور نرم دل ہے کہ ایک جانور (ہرن) کی جان بچانے کے لیے بھیڑیئے کو اپنا گوشت پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتا ہے مگر اس کی ذات میں جلالی صفات بھی ہیں جن کے سہارے وہ جادوگروں، دیوؤں اور حلوقہ بلا الغرض طلسم اور ساحری سے بھی ٹکرا جاتا ہے اور یہ سب ''حاتم کے فولادی ارادوں کے آگے روئی کے گالوں کی طرح اُڑ جاتے ہیں۔'' [17] یہ بات بھی مشاہدہ میں آتی ہے:

اقبال کے نزدیک 'انسان کامل' کا نصب العین یہ ہے کہ اس کی ذات میں جلالی و جمالی صفات کی موزوں ترکیب موجود ہو اور وہ سوز و ساز زندگی کا رمز شناس ہو۔ اس کے تن محکم میں درد آشنا دل ہو جیسے کہسار کے پہلو میں جوئے خوش خرام جس کی سیرت میں سخت کوشی اور نرمی کی آمیزش ہوتی ہے...... انسان کامل کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے اعجاز عمل سے تجدید حیات کرتا ہے۔ اس کی فکر زندگی کے خواب پریشاں کی نئی تعبیر پیش کرتی ہے۔ [18]

اقبال کے ہاں جلال و جمال کا یہ امتزاج ان کی نظم ''مرد مسلمان'' میں جھلکتا ہے:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
قدرت کے مقاصد کے عیار اس کے ارادے

دُنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان [۱۹]

تاریخ گواہ ہے کہ انسان اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر انتہائی بلندیوں پر حتیٰ کہ ستاروں سے بھی اگلی منزل پا سکتا ہے بشرطیکہ اس کی جدوجہد مسلسل اور رواں ہو۔ حاتم کی مانند اقبال بھی اپنے مردِ کامل کی صورت میں ذاتی مفاد کو بالائے طاق رکھنے کے حامی ہیں۔ بلاشبہ یقین محکم اور عمل پیہم کی تعلیم اقبال کے فلسفیانہ افکار اور واعظانہ تلقین کی بنیادی روح ہے اور عمل کی یہ تعلیم ان کے ہاں انسان کامل سے وابستہ ہے جس کے بل بوتے:

بندہ مومن کا ہاتھ غالب، کارآفریں، کارکشا اور کارساز ہے وہ اپنے عمل کو عشق کے شعلے سے فروزاں رکھتا ہے۔ اپنی منزل کی طرف قدم بڑھانے سے پہلے دل کو یقین کی قوت سے مستحکم کرتا ہے اور جب اس کی منزل کے راستے میں مشکلات حائل ہوتی ہیں تو وہ آئین جواں مردی کے مطابق حق گوئی، بے باکی اور جرأت کو اپنی سپر بناتا اور خارا تراشی کی جگہ خارا گزاری کرتا ہے۔ مرد خدا کے عمل کی بنیاد ہمیشہ خیر اور حق پر قائم ہوتی ہے۔[۲۰]

حاتم طائی کو سات مہمات میں سخاوت، جرأت، ہمت، عشق کی برتری، بلند حوصلگی اور خیر وشر کی متعدد آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ ان تمام مراحل میں سرخرو ہوتا ہے۔ آخر میں وہ توکل اللہ کے سہارے طوطی کو تیر مار کر اپنے علاوہ کئی انسانوں کو طلسم سے نجات دلواتا ہے۔ کلیم الدین احمد حاتم کے کردار میں بلند ہمتی اور بلند حوصلگی کو سراہتے ہوئے رقم طراز ہیں:

حاتم دیوتاؤں کی طرح طاقت ور نہیں لیکن اس کے دل میں انسان کی محبت ہے۔ بلکہ ساری خلق کی محبت ہے۔ انسان ہو یا جانور، حاتم سبھوں کی بھلائی کا خواہاں ہے، سبھوں کا مددگار ہے۔ حاتم کی سخاوت ومروت وہمدردی کے سامنے سب برابر ہیں۔ یعنی حاتم کی شخصیت ''آیئڈیل'' قسم کی ہے۔ اس میں چند انسانی خصوصیات اپنے اوج کمال پر ہیں۔ وہ انسانیت کا کامل نمونہ ہے۔[۲۱]

یہی وجہ ہے کہ آرائش محفل کے ہیرو حاتم اور افکار اقبال میں مردِ کامل کے تصور میں کئی ایک مماثلتیں موجود ہیں۔ حیدر بخش حیدریؔ نے اقبال کے خیالات سے ایک صدی قبل اُردو داستانی ادب میں ایک لازوال اور بے مثال کردار متعارف کروایا ہے جس کی رزم حیات کے تار نیکی، اطاعت الٰہی، ضبط نفس، نیابت الٰہی، عشق ومحبت کی لے اور عمل ویقین سے تشکیل پاتے ہیں۔ حاتم سلطانی ودرویشی، قاہری ودلیری اور جلالی و جمالی خصوصیات کا حسین امتزاج ہے، اس کے ارادے فولادی ہیں مگر اس کی سیرت میں نرمی بھی موجود ہے۔ اس کا ہر قدم رفاہِ عامہ اور خدمت خلق کے لیے اٹھتا ہے، اس کا ہر عمل بے غرض، بے لوث اور لالچ وحرص سے پاک ہے اور اس کا وجود ابنائے زمانہ کے لیے رحمت کا باعث ہے۔ علاوہ ازیں حاتم کے کردار کی ایک

خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ جرأت مند، بے باک اور بے خوف ہے، وہ ظالم انسانوں اور شر کی قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہے۔ سات مہمات میں وہ نئی آن اور نئے ولولے سے مختلف معرکے سر کرتا ہے جو اس کی عظمت میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔ وہ درویشی فقر اختیار کرنے میں ہرگز تامل نہیں کرتا ہے۔ حاتم ایک ایسا شہزادہ ہے جسے سلطنت اور دولت کی روشنی چکا چوند نہ کر سکی اور نہ اس کی آنکھیں شان وشوکت سے خیرہ ہوتی ہیں۔ درحقیقت فقر کی بدولت وہ قوت اور روشن ضمیری کی بے بہا متاع کا مالک بنتا ہے اور اس کا دل دُنیاوی آلائشوں سے بھی عاری ہے۔ یہ کردار سلطانی اور فقیری کا بہترین امتزاج ہے، اگر بادشاہی اور فقیری باہم مل جائے تو ایسا لازوال انسان وجود میں آتا ہے جس کے سامنے فطرت اور کائنات سرنگوں ہونے پر مجبور ہیں، یونہی اگر دوسری طرف نظر دوڑائیں تو:

اقبال کے خیال میں فقر اور شاہی میں کوئی خاص فرق نہیں:

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ سپہ کی تیغ بازی وہ نگہ کی تیغ بازی

ان دونوں کی حقیقت ایک ہے:

فقر و شاہی واردات مصطفیٰؐ است
ایں تجلیہائے ذات مصطفیٰؐ است

فقر کا صلہ شاہی ہے:

آہ کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز
ورنہ ہے مالِ فقیر سلطنتِ روم و شام

بلکہ حقیقتاً فقر شاہی سے بڑھ کر ہے:

مرا فقر بہتر ہے اسکندری سے
یہ آدم گری ہے وہ آئینہ سازی

اگرچہ فقر اور شاہی اپنی اپنی جگہ پر دونوں ٹھیک ہیں لیکن ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں۔ انسانیت کی فلاح و بہبود ان دونوں کے اتحاد میں مضمر ہے کیونکہ اکیلا فقر:

گو فقر بھی رکھتا ہے انداز ملوکانہ
ناپختہ ہے پرویزی بے سلطنت پرویز[۲۲]

ان تمام درج بالا خصائل کے سہارے حاتم طائی اور اقبال کا انسان کامل قلب سلیم، ایمان کی پختگی، مقاصد آفرینی، بلند پروازی اور جوشِ عمل جیسی دولت سے مالا مال ہیں۔ یہ تمام صفات وہی ہیں جو اسلام اور

قرآنی تعلیمات میں ایک بہتر اور معیاری انسان کے لیے مقرر کی گئی ہیں جن پر چلتے ہوئے ایک صالح معاشرہ ترتیب پاتا ہے۔ حاتم ایک مکمل ہیرو ہے جس کا موازنہ اقبال کے انسان کامل سے کرنے کے بعد مشابہت کے متعدد پہلو سامنے آتے ہیں مثلاً حاتم شہزادی حسن بانو کو شہزادہ منیر شامی کے حوالے کرنے کے لیے معرفت کی وہ منازل طے کرتا ہے جس سے وہ مقام رضا تک رسائی حاصل کرتا ہے، حاتم کا کردار جذبہ عشق کے محرک کی وجہ سے کاملیت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوتا ہے، حاتم کے کردار میں روحانیت اور تصوف کے جلوے اپنی بھرپور آب وتاب کے ساتھ جلوہ فگن ہیں اور اقبال بھی انسانی کردار میں ایسی عظمت، رفعت، گہرائی، حسن و جمال اور متحرک جلال کے خواہاں ہیں۔ حاتم اور اقبال کا انسانِ کامل حیات انسانی کے بہترین آدرشوں کی جمیل ترین صورتوں اور مفید ترین مظاہر کا ادراک رکھنے سے آگاہ ہیں، وہ جہاں ایمان، عقل، وجدان اور ارادے کے بہترین اجزا کے مرکب ہیں وہاں ذہن وقلب کی بہترین صفات سے مزین بھی ہیں اور دونوں کے ہاں حرکت وعمل سے زندگی کی تگ وتاز وابستہ ہے۔

❁...❁...❁

حوالہ جات وحواشی

۱۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، مسائل اقبال، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۲۶۵

۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، فکر اقبال کا تعارف، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۳۹۔۴۰

۳۔ حیدری، حیدر بخش، آرایش محفل، مطبع نول کشور، کانپور، ۱۸۸۷ء، ص ۳

۴۔ سہیل احمد، داستانوں کی علامتی کائنات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۲۶۔۲۷

۵۔ ایضاً، ص ۳۴

۶۔ ایضاً، ص ۳۶

۷۔ سید وقار عظیم، پروفیسر، ہماری داستانیں، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۲۶۶۔۲۶۸

۸۔ سلیم سہیل، اُردو داستان میں تخیل اور تحیر، آر آر پرنٹرز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۰۶

۹۔ گیان چند جین، اُردو کی نثری داستانیں، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، ۲۰۱۴ء، ص ۳۰۱۔۳۰۲

۱۰۔ اعتقاد حسین صدیقی (مرتب)، اسرار خودی مع شرح (علامہ اقبال) از یوسف سلیم چشتی، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۸۱ء، ص ۳۷۱-۴۱۱

۱۱۔ علامہ اقبال، بانگ درا، پاکستان ٹائمز پریس، لاہور، طبع پانزدہم، ۱۹۵۳ء، ص ۳۰۶
۱۲۔ ایضاً، ص ۳۰۷
۱۳۔ ایضاً، ص ۳۰۹
۱۴۔ ایضاً، ص ۳۱۰
۱۵۔ ایضاً، ص ۳۱۱
۱۶۔ محمد عبداللہ قریشی (نظر ثانی)، اقبال شناسی اور محمل از شمیم ملک، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۲۹-۳۰
۱۷۔ حیدری، حیدر بخش، حاتم طائی کا قصہ، مرتب: نور الحسن نقوی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۲۰۰۰ء، ص ۸
۱۸۔ یوسف حسین، روح اقبال، استقلال پریس، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۲۰۵-۲۰۶
۱۹۔ علامہ اقبال، ضرب کلیم، کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور، ۱۹۴۱ء، ص ۵۷
۲۰۔ سید وقار عظیم، پروفیسر، شاعر اور فلسفی، مکتبہ الفاظ، علی گڑھ، طبع اوّل، ۱۹۸۲ء، ص ۱۶۱
۲۱۔ کلیم الدین احمد، اُردو زبان اور فن داستان گوئی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۲۱۶-۲۱۷
۲۲۔ سعید احمد رفیق، اقبال کا نظریہ اخلاق، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۷۳-۷۴